عثمان غنی رعدؔ
استاد شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد
محمد ابرار صدیقی
ایم فل اسکالر، نمل اسلام آباد

سیرت ”رسولِ صادق ﷺ“ کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study on biography: Rasul e Sadiq

The Prophet Muhammad (PBUH) is a very important and beloved personality in the whole world. There fore this is a very rewardable work to write down the biography of Him, but it's also a responsible deed. This biography Rasul e Sadiq is a compilation of Allam Mashriqi's essays. In this article an analytical study would be present that how much compiler is successful in this compilation, but study is showing that compiler is not achieving the possibilities. Because compiler is not rationalized the name of book when he was selecting the essays. Its proof that this is a very difficult work to compile a biography with the help of different essays.

Keywords: *Beloved, Personality, Rewardable, Biography, successful, Possibilities*.

حضرت محمد ﷺ دنیا کی مقبول ترین اور پسندیدہ شخصیت ہیں اور آپ ﷺ دنیا کی صفِ اول کی متاثر کن شخصیت بھی ہیں۔ دنیا کا اصول ہے کہ اہم ترین لوگوں کی سیرت و سوانح کو جمع کیا جاتا ہے تاکہ بعد میں آنے والے لوگ ان کی زندگیوں سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو بہتر بنا سکیں۔ اسی لیے آپ ﷺ کی زندگی پر عرب و عجم میں برابر لکھا جاتا رہا ہے اور آج بھی مختلف پہلوؤں کے حوالے سے لکھا جاتا ہے اور آگے بھی لکھا جاتا رہے گا۔ شاید ہی دنیا کی کوئی زبان ہو گی جس میں آپ ﷺ کی زندگی اور سوانح کے بارے میں نہ لکھا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں دنیا کا ہر شخص علم رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے بارے میں لکھنا نہ صرف ایک ثواب اور جزا کا کام ہے بل کہ ایک انتہائی اہم ذمے داری بھی ہے۔ اسی لیے مسلمان و غیر مسلم ہر کوئی آپ ﷺ کی زندگی پر قلم اٹھانے سے پہلے نہایت عقیدت کے ساتھ ساتھ تحقیق و تنقید میں بھی حاذقانہ رویہ اپناتا ہے نہیں تو اس

نازک معاملے میں جزا کے بجائے سزا کا بھی احتمال رہتا ہے۔اس مضمون میں علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی سیرت "رسولِ صادق" کا تجزیہ پیش کیا جائے گا مگر اس سے قبل مصنف موصوف کے بارے مختصر جان لینا چاہیے۔

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء کو امر تسر، پنجاب برٹش انڈیا میں پیدا ہوئے۔آپ کو ریاضی سے غیر معمولی شغف تھا اور اسی میں نابغہ مانے جاتے تھے۔آپ کے قائم کیے گئے ریکارڈز کو آج بھی کوئی نہیں توڑ سکا۔بہ یک وقت ماہر ریاضی دان، ماہرِ فزکس، عربی و فارسی کے عالم، قرآن کے شارح مفسر اور انڈین سول سروسز کے درجے کے بیوروکریٹ تھے۔ان سب باتوں اور اعزازات کے باوجود وہ مسلمانوں کی زبوں حالی پر دن رات کڑھتے رہتے تھے اور ان کی بہتر حالت کے لیے کوشاں تھے اسی لیے انھوں نے ایک سیاسی جماعت بھی بنائی جس کا نام "تحریکِ خاک سار" رکھا۔جس کے جھنڈے تلے انھوں نے پسے ہوئے مسلمون طبقے کو اکٹھا کرنے کی کامیاب کوشش کی۔آپ کی علمی و سیاسی قیادت و قابلیت کو اک نظر دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ایم۔اے ریاضی (پنجاب)، ایم۔اے ریاضی (کنٹبرے)، بی۔ایس۔سی، بی۔او۔ایل، ایف۔آر۔ایس۔اے، ایف، بی، ایس (پیرس)، ایف، پی، ایچ، آئی، آئی۔ای۔ایس، فاؤنڈیشن اسکالرز، بیچلر اسکالر رینگلر، چار عدد فرسٹ کلاس ٹرائی پوس، بانی خاک سار تحریک، بانی اسلام لیگ، بانی ہیومن موومنٹ، ممبر انٹر نیشنل کانگریس آف اورئینٹلسٹ (لیڈن)، چیف ڈیلی گیٹ موتمر خلافتِ قاہرہ، پریزیڈنٹ ورلڈ فیتھس کانفرنس اندور اور ایف۔ایس۔اے (پیرس) وغیرہ وغیرہ۔[1]

آپ نے ۲۷ اگست ۱۹۶۳ کو لاہور میں وفات پائی۔آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے جنازے میں دس لاکھ سے زائد لوگ شامل تھے۔

آپ نے مذہبی اور سیاسی مقبولِ عام کتابیں تصنیف کیں مگر سب سے زیادہ شہرت آپ کی کتاب "تذکرہ" کو حاصل ہوئی جو نوبل انعام کے لیے بھی نامزد ہوئی اور ایک کتاب سیرت پر "سیرت النبی ﷺ" کے عنوان سے لکھی جو کلام ربی سے محبت کے موتی چن کر ایک مالا بنائی گئی ہے۔متذکرہ کتاب "رسولِ صادق ﷺ" جس کا ابھی تجزیہ پیش کیا جارہا ہے یہ کتاب مصنف موصوف نے باقاعدہ سیرت کے طور پر تحریر نہیں کی مگر غلام قدیر خواجہ (جو علامہ مشرقی پر تخصص رکھتے ہیں) نے اس کتاب کو مرتب کرنے میں علامہ مشرقی کے قلم سے لکھے

چند مضامین کو اس انداز سے اکٹھا کر دیا ہے کہ یہ بھی سیرت کی کتاب بن گئی ہے۔اسی لیے اس کتاب کا جائزہ لیا جائے گا کہ اس کتاب کو مرتب موصوف کس حد تک سیرت کی کتاب بنا سکے ہیں۔

اس کتاب کو مرتب نے سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:رسولِ صادق ﷺ، وحی، خدا، انسان، صحیفہ ءفطرت، صلائے عام بہ ساکنانِ زمین، نگہِ بازگشت۔انھیں ابواب کے تناظر میں مرتب نے مصنف کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کر کے ایسے مضامین جمع کیے کہ وہ ایک سیرت کا روپ دھار لیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان مضامین کی ترتیب بھی ایک اہم کام تھا۔جس میں مرتب قدرے کامیاب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

پہلے باب میں رسول ﷺ کے صادق ہونے پر یقین رکھنے ہی کو کامیابی کی ضمانت قرار دیا گیا ہے اور حضور ﷺ ایک محرک بالذات شخصیت ہیں کہ جب تک مسلمان قوم اس بات پر متفق رہی اس وقت تک پوری دنیا میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہا ہے اور آج بھی کوئی بھی مسلمان جو اسلام کے ابتدائی حالات سے واقف ہے وہ اس بات کی سچائی سے بخوبی واقف ہے۔علامہ لکھتے ہیں:

> "نااہلیت اور غیر صالحیت کی تعریف بھی ہمیشہ سے ہر وجود کے متعلق یہ رہی ہے کہ وہ وجود اس وقت نا اہل ہو جاتا ہے جب اس کے اندر محرک کا زور ماند پڑ جائے۔دینِ اسلام کا محرک بالذات پہلے دن سے محمدِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچا ہونے پر یقین تھا۔"(۲)

اس باب میں مؤلف نے جن پہلوؤں کو علامہ کے مضامین میں تلاش کیا ہے ان میں رسولِ صادق ﷺ کی تکمیل کے لیے کائناتِ فطرت کی پہلی حقیقت کا اعلان بہ ذریعۂ وحی تھا جس میں اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو بتلایا کہ کائنات کے مناظر کو قلم کی حقیقت سے آشنا کر کے فطرتی انداز میں لوگوں کے سامنے اس کی معبودیت کو واضح کرے۔اسی لیے پہلی وحی میں قلم کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔رسولِ صادق ﷺ کے سچے نبی ہونے کے لیے قرآن کا صادق ہونا ہی کافی ہے جس کے لیے مصنف موصوف نے قرآنی اسلوب، عبارت آرائی اور زورِ بیان کو حد درجے تک بیان کیا ہے۔اسی باب میں غیر مسلموں کی طرف سے الزامات کا جواب بھی ملتا ہے جس میں خاص کر

حضور ﷺ کے ذہنی توازن کا ذکر ہے تو مصنف موصوف نے مختلف لحاظ سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ ذہنی لحاظ سے مکمل تن درست تھے۔ اس کے تناظر میں لکھتے ہیں:

> "مدینے کی بخار کی وبا میں جو مسلمان مہاجروں پر پہلے برس آئی صرف رسولِ خدا ﷺ ہی بخار سے بچے رہے۔ وہ انتہائی شخصی جوانمردی اور شجاعت جو اس مردِ خدا نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ حنین، غزوۂ تبوک وغیرہ میں دکھائی، عرب کی شدید ترین اعصاب کش آب وہوا میں اس بہادر کی کامل دل جمعی، پوری صحتِ بدن، غیر معمولی اطمینانِ قلب اور تہوّر کے علاوہ انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک ہونے کی زندہ مثال ہے۔"(٣)

مصنف موصوف نے اپنی طرف سے لفظ "امی" کی تشریح یہ کی ہے کہ اس سے مراد ان عربیوں سے امتیاز کرنا تھا جو اہلِ کتاب نہیں تھے۔ یہ مصنف کی اپنی تشریح ہے اور اسی کے تناظر میں انھوں نے ان شارح اور مفسرین کو غلط کہا ہے جو حضور ﷺ کو امی یعنی اَن پڑھ کہتے ہیں۔ اس طرح کا مضمون ایسی تالیفی سیرت میں اکٹھا کرنے سے ایک طرح کی تشنگی چھوڑ گیا ہے یعنی یہ باب زیادہ تفصیل کا متقاضی تھا۔ اگر مصنف موصوف نے اس طرح کا کوئی اور مضمون لکھا ہے تو اسے بھی یہاں نقل کر دینا چاہیے تھا یا پھر حاشیا یا تعلیقات درج کرنی چاہییں تھیں تا کہ تفصیلاً اس پر بات ہو جاتی۔ اسی باب میں مولف نے مصنف موصوف کا ایک مضمون بعنوان "رسول ﷺ کا پیغام کوئی مذہب نہ تھا" درج کیا ہے۔ اس مضمون میں بھی کافی تشنگی پائی جاتی ہے اور مصنف کا اپنا نقطۂ نظر بھی کھل کر سامنے آتا ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم تسبیح، نماز، ذکر اذکار کے ساتھ جہاد کو بھی اپنا لیں۔ کیوں کہ نبیِ محترم ﷺ نے بھی اپنے تیئیس سالہ دورِ نبوت میں دنیا کو ایک میز پر اکٹھا کرنے کے لیے ایسا ہی کیا ہے۔ اس مضمون میں بھی حاشیے کی ضرورت تھی جو کہ مولف نے نہیں لکھا۔ اس سے آگے حضور ﷺ کی تحریک کو عالم گیر تحریک کہا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خدا کے برحق ہونے کو حضور ﷺ کی سچائی سے ثابت کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہی کی بہ دولت بے مثال کردار کے حامل مسلمان پیدا ہوئے، اسلام، کائنات اور انسان کا باہمی ربط بڑے قرینے سے رکھا گیا ہے۔

دوسرے باب میں حضور ﷺ کی زندگی کو اپنا کر ہی دنیا پر غلبے کی نوید سنائی گئی ہے۔اس باب میں وحی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ عرب کے زمانۂ جاہلیت کے حالات اور نبوت کے بعد کے حالات کو بڑے ایجاز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں مکہ اور مدینہ کے اجمالی جائزے ملتے ہیں۔ آپ ﷺ کے پختہ عزم اور ارادے کو اپنا کر ہی مسلمان خدا کی طرف پلٹ سکتا ہے اور اس کی کامیابی خدا کی طرف پلٹنے ہی میں ہے۔ سب سے اہم بات جو مصنف موصوف نے کی وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ساری زندگی سے ہمیں محنت اور مسلسل محنت کا درس ملتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "رسول ﷺ کی زندگی اعلانِ نبوت بل کہ احساسِ نبوت سے لے کر آخری دم تک ایک مسلسل ذہنی، اعضائی اور کرداری تگ ودو میں گزری تھی۔ اسی تگ ودو نے ان کو جسمی طور پر بھی تندرست رکھا اور ذہنی حیثیت سے مفکرِ اعظم کے درجے تک پہنچا دیا۔"(۴)

تیسرے باب میں مصنف موصوف نے خدا اور خدا کے متعلقات پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان کی دنیا میں روبہ زوال ہونے کی وجہ صرف خدا کو صحیح معنوں میں نہ سمجھنا ہے۔ اس لیے اس باب میں خدا کے مقام، خدا کے حقیقی تصور، اس تناظر میں قرآنی تشریحات، نظام کائنات کا متوازن ہونا خدا کی دلیل بتایا گیا ہے۔ اسی لیے مصنف کا دعویٰ ہے کہ اگر کائنات کے گوشے گوشے میں خدا موجود نہ ہو تو کائنات کا نظام بالکل نہیں چل سکتا۔ لکھتے ہیں:

> "اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک خدا ہر جگہ حاضر وناظر نہ ہو، فطرت کا یہ عظیم الشان کارخانہ ایک پل کیوں کر چل سکتا ہے؟"(۵)

اسی باب میں مصنف موصوف نے یہ دعویٰ بھی اپنے علم کی بنیاد پر کیا ہے کہ اگر مسلمان خدا، رسول ﷺ اور قرآن پر اس طرح یقین نہیں کریں گے جیسا کہ اس پر عمل کرنے کا حکم ہے تو یقیناً یہ ساٹھ کروڑ (اس وقت عالمِ اسلام کی تعداد اتنی ہی تھی) کی امت صفحۂ ہستی سے مٹا دی جائے گی۔ اس باب کے آخر میں مولف نے مغربی تہذیب کی بیخ کنی کے بارے میں ایک مضمون علامہ کا درج کر دیا ہے جو بالکل بھی یہاں زائد معلوم

ہوتا ہے کہ اس جگہ پر اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس مضمون میں مغرب کی چیرہ دستیوں کے ساتھ ساتھ مشرقی قوم کا ان سے بلاوجہ متاثر ہونے کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

چوتھا باب انسان کے عنوان سے انسان اور انسان کے مقام پر درج کیا ہے یہ باب نہایت مختصر ہے جو خود میں ایک عیب کی نشان دہی کرتا ہے۔ وہ یہ کہ مولف نے جب یہ باب تالیف کرنے کی سوچی تو اتنا مختصر کیوں رکھا اور اگر انھیں دو صفحات کے علاوہ مصنف موصوف علامہ مشرقی نے اور کچھ بھی انسان اور انسانی عظمت کے بارے نہیں لکھا تو کیوں کر اتنے بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی دعوے وہ اپنی کم علمی کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔ حال آں کہ ایسا یقیناً نہیں ہے بل کہ یہ غلطی مولف کی ہے کہ وہ اس باب میں مصنف کے زیادہ نظریات کو اکٹھا نہیں کر سکا۔ اس باب کا لبِ لباب یہ ہے کہ انسان اس زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے تو اسے اپنی عظمت کو جاننا چاہیے اور خود اپنے بارے بھی جاننا چاہیے۔ یوں رقم طراز ہیں:

> ”کائنات کی ماہیت کو سمجھنے کے لیے پہلی شے جو جاننے کے لائق ہے یہ ہے کہ انسان کا اس کائنات میں مقام کیا ہے؟“[۶]

پانچواں باب کائنات کے بارے میں ہے جسے مولف نے ”صحیفۂ فطرت“ کے عنوان سے درج کیا ہے۔ حیرانی ہوتی ہے کی مولف نے سیرت کے اندر اس باب کی کیسے گنجائش نکال لی ہے اور مزے کی بات ہے کہ اس باب میں سیرتی پہلو بھی مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔ بل کہ مصنف کے قرآنی آیات کی تشریحات پر مبنی مضامین جو کائنات پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں، کو درج کر دیا ہے۔ اسی بات کے تناظر میں مولف موصوف نے مصنف کا وہ بھی مضمون نقل کر دیا ہے کہ اگر ہم کائنات کا صحیح مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کو صحیح معنوں میں سمجھنا ہوگا جس کے لیے کس زاویہ ہائے نگاہ کی ضرورت ہے وہ مضمون بعنوان ”قرآن کو سمجھنے کے لیے بلندیِ نگاہ کیا ہو؟“ درج کیا ہے۔

چھٹا باب بعنوان ”صلائے عام بہ ساکنانِ زمین“ کے نام سے درج کیا ہے۔ یہ باب اس مراسلے کا لبِ لباب ہے جو علامہ مشرقی نے دنیا کے بیس ہزار مشہور سائنس دانوں کو بھیجا تھا۔ جس میں دنیا بھر کے سائنس دانوں کو اس بات کی تلقین کی گئی تھی کہ وہ مغربی جمہوریت اور اشتراکیت کو چھوڑ کر اسلام کا فطرتی نصب العین عام کریں

تا کہ اس سے لوگوں کی زندگیاں بہتر ہوں۔اس میں انھوں نے سائنس،مذہب،انبیاء کی تعلیمات،انسانی نظر کی کج فہمی،سرمایہ داروں کی بالا دستی کے نقصانات اور مذہب،رنگ،نسل کی تفریق کی وجوہات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس مضمون کی بھی اس سیرت میں کہیں جگہ نظر نہیں آتی۔بل کہ علامہ نے خود اس میں لکھ دیا ہے کہ تمام انبیاء اللہ کی طرف سے ایک ہی پیغام لے کر آئے ہیں۔حضورؐ کی تخصیص واضح نہیں کی۔یہ مضمون اپنی اہمیت کے لحاظ سے اہم ترین مضمون ہے اور علامہ مشرقی کا ایک اہم ترین کارنامہ ہے مگر اس کتاب میں اس کی جگہ نہیں بنتی تھی یا کسی قدر حاشیے کی ضرورت تھی جس سے مولف موصوف نے صرفِ نظر برتا ہے۔

آخری اور ساتویں باب میں مصنف نے ایک بار پھر تمام انسانوں کو سوچنے کی دعوت دی ہے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دنیامیں کامیابی کی بنیاد قرآنِ حکیم پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔فرماتے ہیں:

> ''قرآنِ حکیم عالم آرا صداقتوں اور حقیقتوں سے بھری ہوئی ایک حیرت انگیز تصنیف ہے جس کا افقِ نظر اب بھی دنیا تمدن،عمران اور علم کے بڑے بڑے مرحلوں تک پہنچ چکی ہے،ہزاروں میل بلند وبالا ہے اور ابھی شاید ہزاروں برس اور بلند وبالا رہے گا۔''(۷)

اس کتاب کی تالیف میں مولف نے جو مضامین اکٹھے کیے ہیں وہ کتاب کے عنوان کے لحاظ درست نہیں اور یہ کوئی سیرت کی کتاب نہیں بن سکی۔اس کتاب کے تجزیاتی مطالعے کے بعد ایک چیز یہ بھی سامنے آئی ہے کہ کسی اور کے لکھے مضامین کو اکٹھے کر کے سیرت کی کتاب کو ترتیب دینا ایک نہایت کٹھن کام ہے حالاں کہ مولف و مرتب کے سامنے سب سے پہلا نقطہ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کتاب کو کیوں کر مرتب کرنا چاہ رہا ہے اور اگر وہ مقصد ہی حاصل نہ ہو تو ساری کاوش بے سود چلی جاتی ہے۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی کی علمی بصیرت میں کسی کو کوئی شائبہ نہیں مگر مولف و مرتب کہاں تک کامیاب ہوا ہے اس کا ذمہ خود مولف پر ہوتا ہے نہ کہ مصنف پر۔مولف موصوف نے خود پیش لفظ میں کہا ہے کہ یہ کتاب اس طرح ترتیب دی گئی ہے کہ یہ ایک پوری تصنیف معلوم ہو مگر ایسا ممکن نہیں ہو سکا یعنی مولف و مرتب اس میں

کامیاب نہیں ہوسکے۔ہاں! اگر کتاب کا نام کچھ اور ہوتا تو شاید یہ ایک مکمل کتاب بن جاتی یا ہر باب میں درج ہونے والے مضامین کو حضور ﷺ کی زندگی سے جوڑا جاتا تو بھی کامیابی کے کچھ آثار واضح ہوسکتے تھے۔

حوالہ جات

۱۔ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، مرتب: سید قاسم محمود، الفیصل ناشران، لاہور، ص ۲۱۷

۲۔ المشرقی، علامہ عنایت اللہ خان، رسولِ صادق ﷺ، مرتب: غلام قدیر خواجہ، جنگ پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۲۹

۳۔ ایضاً ص ۳۲

۴۔ ایضاً ص ۵۳

۵۔ ایضاً ص ٦۱

٦۔ ایضاً ص ٦۷